

روزنامہ

(فضل)

کلاکو

مورخہ یکم جون ۱۹۵۲ء

مسلمان یا طائف و

مردودی صاحب کے ترجمان کو ذرا کڑی لاش
یکم جون ۱۹۵۲ء کا ادارہ مسلمانوں کی ایک نئی
قسم کے ترجمان ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

عبدالغنی اور عبدصاحب میں (جہاں تک طائف
معلومات کام کرتی ہیں) شاید مسلمانوں کی
ایک ہی قسم تھی اور وہ یہ کہ جو آدمی
داثر اسلام میں داخل ہوتا
تھا وہ یہ سوچ سمجھ کر داخل
ہوتا تھا کہ اسلام کے عقائد
کس طرح فراموش اور حسد و کینہ
بیکر حال تھے اپنے نفس
میں مشعل لگا کر بنا کر چاہے خواہ
اس میں کچھ کینہ ہی کیفیت اور حسد
کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے گا اور خواہ
اس وقت زمانے کی جو کسی اور قسم
پر چلنے کے لئے تھے کتنے ہی اشارے
کیوں نہ کر رہی جو۔

اسلام قبول کرنے والوں کی یہ ایک
ایسی مشترک خصوصیت اور نوعیت
تھی جو باوجود فقہی اختلافات کے
انہیں ایک مرکز ایک رشتہ اور
ایک لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔
اور انہیں منتشر ہونے سے اس لئے
بچا رکھا تھا۔ لیکن جول جول وقت
گزر گیا۔ تفرقہ پر داریوں اور فتنہ بازوں
میں مسلمانوں نے گھر گھر شروع کر دیا۔
اور اس سے قسم قسم کے مسلمان پیدا
ہونے شروع ہو گئے۔

طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیبی
دورہ کا واقعہ اس طرح ہے۔

اب انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ
جوصلے اللہ علیہ وسلم کو گلیوں میں چلنے
ہی تدریجاً جب آپ باہر نکلتے۔ آپ
کے سر پر مٹی پھینکی جاتی تاکہ آپ لوگوں
سے مل ہی نہ سکیں۔ ایک دفعہ اس وقت
میں وہیں لوٹے تو آپ کی ایک لڑکی
آپ کے سر پر مٹی مٹاتے ہوئے
روئے گئی۔ آپ نے فرمایا اومیر ہی کجی رو
نہیں۔ کیونکہ عقیقتاً تمہارے پاس
کے ساتھ ہے۔۔۔ پس آپ نے
پتھر سے کھرا کر اب آپ طائف

کی طرف جائیں گے۔ اور طائف کے
لوگوں کو خدا تعالیٰ کا پیام پہنچائیں گے
۔۔۔۔۔ جب آپ طائف پہنچے
تو وہاں کے رومیا آپ سے ملنے کے
لئے آئے شروع ہوئے۔ لیکن کوئی شخص
حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوا
عوام الناس نے بھی اپنے رو ہوا
کی اتباع کی۔ اور خدا کے پیغام کو
حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ دینا داروں
کی نگاہ میں بے سامان اور بے درگاہ
نہی تھیں ہوا کرتا ہے۔ وہ تو اسلوا اور
ذہن کی آواز کو سننا جانتے ہیں۔ آپ
کی نسبت بائیں تو پہنچ ہی چکی تھیں۔
جب آپ طائف پہنچے اور انہوں نے
دیکھا کہ بجائے اس کے کہ آپ کے
ساتھ کوئی فوج اور حشد ہوتا۔ آپ
صرت زبیر ہی کی طرف ہی طائف کے شہر
حصوں میں تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ تو
دل کے اندھوں نے اپنے سامنے خدا
کا نبی نہیں بلکہ ایک فخر اور حشد کا راہ
ہوا انسان پایا اور سمجھے کہ شاید اس
دکھ دینا اور تکلیف پہنچانا قوم کے
رہبروں کی نظر میں ہم کو معزز کر دیا۔
وہ ایک دن جمع ہوئے کئے انہوں
نے اپنے ساتھ لے۔ لوگوں کو لگایا۔
اور پتھروں سے انہیں تھو لیاں بھریں
اور بے دردی سے زول کر کے صلی اللہ
علیہ وسلم کو پتھر ڈکڑنا شروع کیا۔ وہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر
سے دھکیلنے ہونے باہر لے گئے۔ آپ
کے پاؤں بولہبان ہو گئے۔ اور زیادہ
آپ کو بجاتے ہوئے سخت زخمی ہوئے
مگر ظالموں کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ وہ
آپ کے پیچھے چلے گئے اور چلتے گئے
جب تک شہر سے لگی میل دور کی
پھاڑوں تک آپ پہنچ گئے۔ انہوں
نے آپ کا بچھتا بچھوڑا۔
سہ روزہ کوثر کی اسی اشاعت میں ۱۹۵۱ء پر ایک خبر
یوں درج ہے۔
کراچی میں اس ہفتہ قادیانیوں اور
مسلمانوں میں لاہور سے تھوڑا سا دور۔

اور قادیانیوں کے جلسے درجہ درجہ
کودینے گئے۔
کراچی کی چنگا مر آرائی کے حلقوں میں
کے دوسرے ترجمان "تسلیم" جو انہیں لوگوں کے
زیرا ہتھم نکلتے ہیں جن کے زیر ہتھم کوثر" حلق
ہے کی آڑ میں ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں اس واقعہ
کے حقیقت کشر کراچی کی سندھ ذیل تفصیلات
شائع ہوئی ہیں۔

کراچی ۱۹ مئی ۱۹۵۱ء کے حقیقت کشر منر
اسے ٹی تقویٰ نے اقبابہ کیا ہے کہ
علم حلیوں میں خدا کے امن عام میں
غلل ڈالنے والوں کے خلاف سخت
کارروائی کی جائے گی۔ سٹر تقویٰ نے
ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے
جو یہاں ۱۴ اور ۱۵ مئی کو کراچی احمدیہ
ایوسی ایشن کے سالانہ جلسہ میں گراڈ
کے سلسلہ میں طلب کی گئی تھی کہا کہ
ان واقعات کے نتیجے میں ایک منظم جاعت
کا بلحاظ ہے۔ اور اس سلسلہ میں ضروری
تحقیقات کی جارہی ہے۔ انہوں نے
کہا کہ احمدی جاعت کے ارکان بھی
پاکستانی ہیں۔ اور جب تک وہ کوئی
خلافت قانون بات نہ کریں۔ انہیں میں
اپنے جلسے کرنے کا پورا حق ہے۔ انہوں
نے کہا کہ وہ کراچی میں کسی کو اجازت
نہیں دیں گے کہ وہ قانون کو اپنا ہتھ
میں لے اور قانون شکنی کرے۔۔۔۔۔
اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے سٹر تقویٰ
نے ۱۸ مئی کو انجن احمدی گراچی کے
جلسہ میں گراڈ کی تفصیلات بتائیں منر
تقویٰ نے اپنا بیان ختم کرتے ہوئے کہا
کہ چنگا مر کرنے والوں کا رویہ انتہائی
قابل اعتراض تھا۔

مسلمانوں اور کھانا کا وہیہ اور کراچی کے واقعہ
کی تفصیلات مردودی صاحب کے ترجمانوں کے
سامنے ہیں۔ کیا وہ عوارثہ کر کے بتا سکتے ہیں
کہ کراچی میں احمدیوں کے جلسے کو درجہ درجہ
والے مسلمان ہیں؟ اور اگر مسلمان ہیں تو کس قسم
کے؟
آگہ کوثر" اور "تسلیم" کے لئے خود فیصلہ نہ کر سکیں
تو مردودی صاحب سے پوچھ کر جواب فرما سکتے ہیں۔

احزابوں کو بھارت بھیج دیا جائے

مکمل ہونے ان کاموں میں ضمناً عرض کی تھا
کہ احزابوں کو غیر پاکستانی قرار دے کر بھارت
روانہ کر دیا جائے۔ سہ روزہ "آزاد" احزابوں
کے ترجمان کی اشاعت مورخہ ۳ جون ۱۹۵۱ء

معلوم ہوتا ہے کہ احزابوں کو اپنے بچھڑے ہوئے
دوستوں کی یاد ہر وقت سستا رہتا ہے۔ اس
لئے آزاد میں کبھی ابو الکلام آزاد کی قصیدہ عثمانی
ہوتی ہے کبھی اس کے حلف میں شائع ہوتے ہیں
کبھی خان عبدالغفار خان سرحدی کا مذہبی اور مذہبی
خندنگا رول کی طرح سخی کی جاتی ہے۔ اور کبھی
اور مولوی حسین احمد مدنی کی یاد میں قاضی خرمانی
ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اشاعت مذکورہ بالا
میں جو اپنی تاریخ سے پورے تین دن پہلے آزاد
ہو کر باڈا میں نکل آیا ہے۔ ایک دردناک خط جناب
سید محمد ازمیر شاہ قیصر کی طرف سے جو کھٹے میں
نبات نمایاں طور سے شائع ہوا ہے۔ جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ احزابوں کو مولوی صاحب کی خرقہ
کا بھاری صلہ ہے۔

جناب مولوی حسین احمد مدنی سزاقتی
طور پر کوئی پر خاش نہیں ہے۔ لیکن آپ ان
نام نہاد علماء میں سے ہیں جنہوں نے علم دین کے
بڑے عالم ہی نہیں بلکہ احزابوں کے شیخ الامام
ہونے ہوئے بعض اپنے دوسرے ساتھیوں مثلاً
مولوی ابو الکلام آزاد کی طرح پاکستان کی سخت
مخالفت کی تھی۔ اور انہیں ناک کئے جا رہے ہیں
اور یہ احمدی ہیں آپ کی ہی زیر قیادت اسلام
اور پاکستان کے لشکروں کو شکست دینے
کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر لڑا ہے۔
اس لحاظ سے ہر پاکستانی کے نزدیک جو کچھ وہ
اسلام اور پاکستان کے دشمن تھے۔ کوئی پاکستانی
ان سے راہ و رسم رکھنا جائز نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ
دشمن کا دوست بھی دشمن ہی ہوتا ہے۔

مگر یہ احمدی ہیں کہ باوجود بڑے بڑے
دعا دی کے کہ انہوں نے اپنی پرانی کڑو کڑوں
سے قہ قہ کرنی ہے۔ اور مسلم لیگ سے ہر امران
طاف ہے۔ انہیں تاکہ برطانوی ہندوستان سے سنا بیا
رکھتے ہیں۔ میں کہ اس خط سے اور دوسرے
مٹھا میں سے جو آزاد میں شائع ہو رہے ہیں۔
ظاہر ہو رہا ہے۔ اس لئے یا ہمارا یہ مطالعہ صاحب
نہیں کہ احزابوں کو غیر پاکستانی قرار دے کر
بھارت اپنے دوستوں کے پاس بھیجا جائے۔

درخواست

مکرم صاحبزادہ مرزا مظہر احمد صاحب
مطلع فرماتے ہیں کہ ایم ضیاء اللہ صاحب
پروپرائیٹریڈیو الکٹرک ہاؤس لاہور کا کل
ہروز محمد سومر کو میوہ ہسپتال میں ایڈمٹ
سائٹس کا ایشین ہوا ہے۔ ان کی حالت
خدا تعالیٰ کے فضل سے تسلی بخش ہے۔
اجنباب جماعت ان کی صحت کاملہ دعا
کے لئے دعا فرمائیں۔

خطبہ جمعہ

آئندہ نسل کی اصلاح اور درستی کا مسئلہ ہمارے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے

ہمارے تمام سکولوں اور کالجوں کا فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں جس سے وہ سلسلے کیلئے مفید اور جو دین میں

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جامعیتیں

عمارت کے طور پر

ہوتی ہیں۔ جن میں مختلف حصے مختلف ضرورتوں کو پورا کر رہے ہوتے ہیں۔ جس طرح مکان کی کوئی چیز بھی خراب ہو تو مہین کے نئے تکلیف کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر جماعتوں کا کوئی حصہ ناقص ہو تو ساری جماعت ان سے محروم ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جو جماعتی ادارے ہوتے ہیں۔ ان کی خرابی کے ساتھ جماعت کے تمام نظام میں خرابی آ جاتی ہے۔ ہماری جماعت مختلف قسم کے کام کر رہی ہے۔ کوئی محکمہ مال کا ہے۔ کوئی تعلیم کا ہے۔ کوئی تصنیف کا ہے۔ کوئی امور عامہ کا ہے۔ کوئی زراعت کا ہے۔ کوئی تربیت کا ہے۔ کوئی اشاعت کا ہے۔ یہ محکمے اپنی اپنی جگہ پر

تہا مت ہی اہم ہیں

اور ہر ایک محکمہ عمارت کے ایک حصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے مکان میں کوئی سونے کا کمرہ ہوتا ہے۔ کوئی تہا مت کا ہوتا ہے۔ کوئی باغیچے کا ہوتا ہے۔ کوئی سٹور کا ہوتا ہے۔ کوئی بیٹھنے کا ہوتا ہے۔ کوئی کھانے کا ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی میں بھی مثل آجائے تو گھر والے بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ اور ان کا

امن خراب ہو جاتا ہے

کھانے کے کمرے میں خرابی آجائے تو اتنے دن جن کو کمرہ میں بیٹھ کر کھانا کھانے کی عادت ہوئی ہے بے چین سے رہتے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔ پڑھتے ہیں۔ اور پڑھے الگ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اور سزا کے ادا کرنے کے لئے یا خانہ کا سمجھنا یا خانہ سے وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارے گھر والوں کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ بعض یا خانہ روکنے کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ اور بعض شرم دینا کی وجہ سے دوسری جگہ تھکانے حاجت نہیں کر سکتے

ادھر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

شہرہ ۲۲ مئی ۱۹۵۲ء بمقام راجوہ

مترجمہ۔ مرحوم مولوی محمد تقی صاحب مولوی فاضل

اور اس طرح تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ غرض ایک ایک کمرہ اپنی جگہ پر ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح

ایک ایک محکمہ

جو ضرورت کے مطابق جماعت بناتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو توڑ دو تو سارا نظام خراب ہو جائے گا۔ اگر باہمی جھگڑے اور تنازعہ دوڑ کرے اور ایک دوسرے کے حقوق دلوانے والے محکمہ میں خرابی آجائے۔ تو لازماً تربیت کا محکمہ کمزور ہو جائے گا۔ لوگوں کے اندر شہادت پیدا ہوں گے۔ شکوے پیدا ہوں گے۔ نتیجہ پیدا ہوگی اور

تربیت والوں کا کام

اس عتباک بڑھ جائے گا کہ ان کا محکمہ جو عام حالت کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ پھر جماعت کے لوگوں میں تشویش پیدا ہونے کی وجہ سے وہ اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکیں گے۔ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرتے رہیں گے وہ لازماً تبلیغ نہیں کر سکیں گے۔ اگر وہ اچھے تاجر یا اچھے زمیندار یا اچھے عہدہ دار ہیں تو ان جھگڑوں کی وجہ سے وہ اپنی کمائی کی طرف زیادہ توجہ نہیں کر سکیں گے۔ اور جب ان کی کمائی کم ہوگی تو

سلسلے کے چندے

کم ہو جائیں گے۔ اور مکرہ کام رکنے لگیں گے تو بظاہر اس محکمہ کا جماعت کی ترقی سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو بڑا تعلق ہے۔ اسی طرح اگر تربیت کے محکمہ میں نقص ہوگا۔ تو جماعت کی اخلاقی حالت کے گرنے کی

وجہ سے تبلیغ مشکل ہو جائے گی۔ لوگ کہیں گے تم ہمیں کیہ کہتے ہو۔ تم میں تو یہ یہ خرابی پائی جاتی ہے۔ پھر

امور عامہ کا کام

بھی بہت بڑھ جائے گا۔ کیونکہ جب اخلاقی تربیت نہیں ہوگی۔ تو جھگڑے بہت بڑھ جائیں گے۔ غرض تربیت کی کمی کی وجہ سے اگر جھگڑے بڑھ جائیں تو امور عامہ جو عام حالات کے مطابق بنایا گیا تھا۔ اپنے کام میں کمزور ہو جائے گا۔ اور اس طرح جماعت پر ایک بڑا اثر پڑے گا۔ تعلیم کا بھی یہی حال ہے۔ اگر تعلیم صحیح طور پر نہیں دی جائے گی۔ جس کا تربیت ایک بڑا حصہ ہے۔ تو جماعت کا علمی معیار گر جائے گا۔ علمی معیار کے گرنے کی وجہ سے اس کی تمدنی حالت گر جائے گی۔ اسی طرح اس کی ملالی حالت گر جائے گی

تعلیم کی کمی

کی وجہ سے لوگ اچھے عہدوں پر نہیں جاسکیں گے اور جب تعلیم میں کمی ہوگی تو تبلیغ میں بھی لاارامی آجائے گی۔ غرض ہر محکمہ آپس میں اس طرح ملا جلا ہے۔ جس طرح عمارت کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصہ سے ملتا ہوا ہوتا ہے۔ ایک حصہ کو خراب کر دو تو باقی حصے بھی خراب ہونے لگیں گے۔ اس لئے جماعت کے ہر محکمہ کو اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے کام کو بہتر بنانا چاہیے۔ اس وقت بعض محلوں کی ایسی حالت ہے کہ اگر ان کو توڑ دیا جائے یا ان کا عمل موجودہ تعداد سے کم کر دیا جائے۔ تو کچھ بھی فرق پیدا نہیں ہوگا۔ ان کے بند ہو جانے پر بھی کام اسی

طرح چلتا رہے گا۔ جس طرح پہلے چل رہا ہے۔ حالانکہ زندگی کے معنی

یہ ہوتے ہیں کہ اگر کسی محکمہ کو بند کر دیا جائے۔ تو سارا کام خراب ہو جائے۔ جیسے بریت المال کا محکمہ ہے۔ اس کے بند کر کے ہی سارے کام بند ہو جائیں گے۔ یہی بات ہر دوسرے محکمہ میں ہونی چاہیے۔ یہی بات تصنیف کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیے۔ یہی بات اشاعت کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیے۔ کہ ان کے کام کے بند ہونے کے ساتھ ہی جماعت کے سارے کام بند ہو جائیں۔ یہی بات تعلیم کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیے۔ یہی بات امور عامہ کے محکمہ میں بھی ہونی چاہیے۔ اس وقت درحقیقت

ساری جماعت کی ذمہ داری

صورت دو محلوں پر ہے۔ ایک محکمہ مال پر اور ایک محکمہ تبلیغ پر۔ باقی محلوں کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کسی کمرہ کی دیواریں چھوٹی چھوٹی ہوں۔ اور اس کی چھت ہوا میں ملتی ہو۔ جس کے گرنے کا

بہر وقت خطر ہے

ہو۔ کیونکہ وہ محکمے اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر رہے۔ مونا محکمہ تسلیم کا ہے۔ ہمارے ہاں اب کئی ہائی سکول ہیں۔ دینیات کے سکول ہیں۔ کالج ہے۔ زمین تو ہائی سکول ہی ہیں۔ ایک زمانہ آردو مردانہ۔ ایک سیانٹوٹ میں آردو دو رخوہ میں۔ ایک کالج سے لاہور میں۔ اس کے علاوہ کئی ڈیل سکول ہیں۔ پرائمری سکول ہیں۔ یہ سارے

محکمہ تعلیم کی عمارت

ہیں۔ یہ سب ایک ہی کھلی تھوڑے ہیں۔ لیکن ہر حال میں جماعت نے ان کو قائم رکھا ہے۔ تو اس نے ان کی ضرورت کو سمجھا۔ اور ان کے مقصد کو تسلیم کیا ہے۔ پھر ہمارے سکولوں

اند کا بچل کی نگرانی کونستے دلا ایک ذمہ دار
اصول ہے جس کا کام یہ ہے کہ وہ جو حق ہو سکے

نوجوانوں کی تعلیم

کے بارہ میں مدد سے۔ اور ان کے نشوونما میں حصہ
لے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو نوجوان نکلا رہے ہیں۔
ان میں دین کا مادہ نہیں پایا جاتا۔ جو پرانے
آدمیوں میں پایا جاتا ہے۔ پرانے آدمی قربانی
میں بہت زیادہ ہیں۔ اور نئے آدمی ابھی ان
سے بہت پیچھے ہیں۔ ایک بڑھے والی جماعت
جس میں باہر سے لوگ آ کر مل رہے ہوں۔ اسی
صورت میں ترقی کر سکتے ہیں۔ جب اس میں پیدا
ہونے والے نوجوان پہلوں سے زیادہ قربانی
کرنے والے ہوں۔ اگر باہر سے شامل ہونے والوں
کو نظر انداز کر دو۔ تب بھی

اولاد کے ذریعہ

ساری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی
ہے۔ عام طور پر ایک ایک آدمی کے تین تین چار بچے
پچھ ہوتے ہیں۔ اگر پچھ کو ایک قرار دیا جائے۔ تو
آنے والوں کو ہم تین چار ضرور کہیں گے۔ یا کم سے
تکم دو گئے ضرور ہوں گے۔ پھر ملک کی اقتصاددی
حالت میں جس طرح ترقی کر رہی ہے۔ اس کو مد نظر
رکھتے ہوئے یقیناً پچھلا شخص اگر دس روپے
کمانا ہے۔ تو اگلا بیس روپے کمانے گا۔
پس اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں۔ تو
سمجھنا چاہیے کہ باپ اگر دس کمانا تھا۔
تو بیٹے چالیس کمانے گے۔ گویا ان کی قربانی
پہلوں سے کم سے کم چار گنا ہوئی چلی ہے۔
پھر تریک جدید کے چندہ کو لے لو تو ہمیں

یہ نظر آتا ہے

کہ پچھ لوگ جو تھے۔ انہوں نے تین لاکھ تک اس
چندہ کو پہنچایا۔ جس کے حصے یہ ہیں کہ نئے آدمیوں
کو اس حساب سے بارہ لاکھ تک چندہ پہنچانا چاہیے
تھا۔ مگر ان کا چندہ ایک لاکھ چالیس ہزار تک
پہنچا ہے۔ گویا دفتر دہم میں شامل ہونے والے
پہلوں سے تقریباً نواں حصہ قربانی کر رہے ہیں۔
اگر ان کی مالی حالت کی زیادتی کو دیکھا جائے۔
تو یہ قدرتی اور زیادتی کو دیکھا جائے۔ اور پہلوں کے تقابلی
سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواں حصہ قربانی کر رہے
ہیں۔ جو بچا و وصیت جس کو اموال بڑھانے کا ذریعہ
قرار دیا گیا تھا۔ وہ وصیت والا طریق اولاد
نے اس رنگ میں اختیار کر لیا ہے۔ کہ باپ حتی
قربانی کرتا تھا۔ بیٹا اس کا نواں حصہ قربانی کرتا
تھا۔ اس کی ذمہ داری یقیناً ہمارے سکولوں
اور کالج پر ہے۔ اگر وہ

نوجوانوں میں صحیح روح

پیدا کرتے۔ اگر وہ سلسلہ سے تعاون کرتے۔

اور کوشش کرتے۔ کہ ان میں پہلوں سے زیادہ
قربانی کا مادہ پیدا ہو۔ تو یہ نتیجہ کبھی پیدا
نہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہمارے سکولوں اور کالجوں
نے صرف اتنا سمجھ لیا ہے۔ کہ نتیجے اچھے دکھا
دو۔ وہ بھی کوئی خاص طور پر اچھے نہیں۔ لیکن
اگر ہم نے نتائج ہی اچھے دکھانے ہیں۔ تو پھر
جماعت کو ان میں اس قدر روپیہ خرچ کرنے کی
کی ضرورت ہے۔ جتنا احمدی طالب علم ہمارے
سکولوں اور کالج میں پڑھتا ہے۔ اس سے کئی
گنا زیادہ احمدی لڑکا دوسرے کالجوں اور
سکولوں میں تعلیم پاتا ہے۔ اگر نو لڑکے دوسرے
سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ اور ایک لڑکا
ہمارے سکول میں پڑھ رہا ہے۔ تو یہ ایک ہی
دوسرے سکول میں پڑھ سکتا ہے۔ اس پر ہزاروں
روپیہ سالانہ جماعت کو خرچ کرنے کی کیا ضرورت
ہے۔ ہماری غرض تو یہ تھی کہ اس طرح جماعت
کے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ

جماعتی اور ملی روح

سے بھر جائے۔ اور جب اس تجربہ کی بنا پر
ان کے اخلاص اور ان کی قربانی میں ترقی ہو
تو پھر اور کالج اور سکول تھام کے جاویں۔
میان تک کہ ہماری جماعت کے نوجوان جو اپنے
کالجوں اور سکولوں میں تربیت حاصل کر چکے ہوں
ان میں ایک نیا ایمان اور ملی قوت اور ملی
تازگی پیدا ہو جائے۔ ورنہ صرف دس کتب کی
تعلیم کے لئے نہ ہمیں سکولوں کی ضرورت ہے۔
نہ کالج کی۔ دنیا میں سینکڑوں سکول اور کالج
موجود ہیں۔ ان میں ہماری جماعت کے طلباء بھی پڑھ
سکتے ہیں۔ اور میں کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ کہ
ہم ان اداروں پر ہزاروں روپیہ سالانہ خرچ
کریں۔

پس آج میں اپنے

تعلیمی اداروں

اور مرکزی حکمت و تعلیم کو اس امر کی طرف توجہ
دلاتا ہوں کہ وہ اپنے پروگرام کو ایسی طرز
پر بنائیں۔ کہ ان کے سکولوں کا باقی جماعت
کو فائدہ ہو۔ اور ان کے سکولوں سے نکلے ہوئے
لڑکے دوسرے لوگوں کی قربانی سے چندہ
بیس گنے زیادہ قربانی کرنے والے ہوں۔

نظارت تعلیم

ایس ایچ پیش کرے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا
ہو۔ کہ ان کے سکولوں سے نارغ ہونے والے
نوجوان پہلوں سے زیادہ ترقی یافتہ پہلوں
سے زیادہ بہت والے۔ پہلوں سے زیادہ
بلند حوصلوں والے۔ پہلوں سے زیادہ قربانی
اور ایشیا سے کام لینے والے اور پہلوں سے
زیادہ بوجھ برداشت کرنے والے ہیں۔

تو پھر بے شک یہ امر ہماری خوشی کا موجب
ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ دکھائیں۔
پھر جماعت پچاس ہزار سکول پر اور ایک لاکھ
کالج پر کیوں خرچ کرے۔ کیوں نہ یہ روپیہ
تبلیغ پر ہی صرف کیا جائے۔ تاکہ نئے آنے والے

نیاجوش اور نیا خون

لے کر آئے۔ اور ان کے اندر قربانی کا وہ جذبہ
ہو۔ جو نوسلوں کے اندر پایا جاتا ہے۔ جب
تک ہمارے سکولوں اور کالجوں سے نکلنے والے
نوسلوں والا اخصا میں اپنے اندر نہیں رکھتے۔
اس وقت تک وہ محض بیگار ہیں۔ مگر انہوں
نے پیدا کئی احمدیوں والا لڑکے پیدا کئے ہیں۔
تو پھر ضرورت کیا ہے۔ کہ ان کے لئے اتنا
روپیہ خرچ کیا جائے اس کو اپنی اصلاح
کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ بہت سا طالب علم
ان کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ اور وہ اگر چاہیں
تو آسانی سے ان میں

نمازوں کی عادت

پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں محنت کا عادی بنا سکتے
ہیں۔ ان میں دیانت اور امانت پیدا کر سکتے ہیں۔
اور انہیں سچائی کا عادی بنا سکتے ہیں۔ میں نے
ایک دفعہ سکول کے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ
تم میں سچ بولنے والے کتنے ہیں تو اس پر
بہت کم نوجوانوں کی تعداد نکلی۔ جنہوں نے
اقرار کیا۔ کہ وہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ پھر میں
نے پوچھا کہ تم میں سے جو سچ نہیں بولتے کیا
تم ان کا معاملہ کبھی سلسلے کے نوٹس میں بھی
لائے ہو یا نہیں۔ اس پر بھی بہت کم طلباء نے
اس کا اقرار کیا۔ حالانکہ یہ چیز ہماری جماعت
میں

ایک معیاری رنگ

رکھتی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ جو شخص احمدی ہے
وہ جو ٹھٹھ نہیں بول سکتا۔ مگر اب اس میں کمی
آتی جا رہی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری بڑھی
عدالت تعلیمی اداروں پر ہے۔ اگر ایک استاد
بچے عرصہ تک ایک طالب علم کے ساتھ رہتا ہے
تو میری سمجھ میں تو نہیں آسکتا کہ اس کو لڑکے کی
مذہبی کا علم کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو
موتوڑے سے قہر میں ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔
لوگوں کی شکایات پر اساتذہ کو اکثر جواب
طلبی کرنی پڑتی ہے۔ اس جواب طلبی میں ان کو
فوراً پتہ لگ سکتا ہے کہ کون بڑا کا جوٹ
بولتا ہے اور پھر اگر وہ کوشش کریں۔ تو
اس کی اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن جب
جوٹا آدمی یہ سمجھے کہ میرے افعال کو
نا پسند نہیں کیا جاتا۔ تو وہ اپنی اصلاح سے
غافل ہو جاتا ہے۔ پس

سچائی کی عادت

اور محنت اور قربانی کی عادت نوجوانوں میں
پیدا کرنی چاہیے۔ نئے کارکن جو ہمارے
سلسلہ میں آتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی افسر
یہی شکایت کرتے ہیں۔ کہ وہ محنت نہیں کرتے
اسی طرح

دیانت میں بھی

ان کا پہلو کمزور ہوتا ہے۔ چھپے دنوں میں وہ بھی
زندگی پر یہ الزام لگے۔ کہ انہوں نے دیانت سے
کام نہیں کیا۔ اور سلسلہ کا روپیہ نہیں کیا ہے۔
اور یہ واقعات دینی مہینہ کے اندر ہوا کرتے ہیں۔
بے شک اس کا ذمہ داری ان افراد پر بھی ہے۔
لیکن اس کی بڑی ذمہ داری سکول کے اساتذہ
ہیڈ ماسٹر اور ناظر تعلیم پر آتی ہے۔ کیونکہ نوجوانوں
کے

اخلاقی معیار

کو بلند کرنا ہی ہمارے سکولوں کا اصل کام ہے۔
ورنہ دوسرے سکول ہی چل رہے ہیں۔ اور
ساری جماعت کے لڑکے اگر چاہیں۔ تو ان میں
بھی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ جماعت کے لڑکوں
کی تعلیم کے لئے ایک در کھانی کر لینے کا مقصد
یہی ہے۔ کہ

احمدیت کے ماحول

میں ان کی تربیت کا جائے۔ اور اگر وہ گویا جائے۔
تو کسی کے متعلق یہ معلوم کرنے میں کوئی دقت ہی
نہیں ہوتی۔ کہ وہ جوٹ بولتا ہے یا سچ بولتا ہے۔

بعض اساتذہ

اس بات سے ڈرتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے لڑکوں پر
سنجیدگی۔ تو وہ بھاگ جائیں گے۔ یہ اسے بھی
بے وقوفی سمجھتا ہوں۔ لڑکے کا علم نہیں ہوتا ہے۔
جس میں ایک حد تک سنجیدگی اس پر کہ کیا ہو سکتا ہے۔
اور اس پر کسی عقلمند کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔
یہ نادانی ہوتی ہے کہ حسب اساتذہ سے پوچھا
جائے۔ تو ان میں سے بعض یہ جواب دے دیتے
ہیں۔ کہ ہم نے یہ سمجھا تھا۔ کہ اگر ہم نے سنجیدگی۔ تو
ان باپ ناراض ہو جائیں گے۔ یا لڑکے کو مارے
چلے جائیں گے۔ اگر کوئی لڑکا جوٹ بولتا ہے۔
اگر وہ محنت نہیں کرتا۔ اگر وہ دیانت سے
کام نہیں لیتا۔ اور تم اس پر سنجیدگی کرتے ہو۔ تو
تمہارے سنجیدگی کا یہی نتیجہ نکلیگا۔ کہ یا تو وہ اپنی اصلاح کرے

درخواست دعا

میری لڑکی شہزادہ
کافی عرصے سے بیمار چلی آ رہی ہے۔ آج کل زیادہ
بیمار ہے۔ اسباب درود دل سے دعا کے صوت
فرمائی۔
سار جٹ ضیاء اللہ خان درگاہ
کراچی

اور یا اسکول سے الگ ہو جائیگا۔ اگر وہ اصلاح کر لیا تو یہ ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوگا۔ اور اگر وہ نکل جائے گا۔ تو باقی لڑکے اس کے گندے اثر سے بچ جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ لڑکوں کی اصلاح انفرادی نگرانی کے بغیر کبھی نہیں ہو سکتی۔ بچوں کی تعلیم اور ان کی تربیت کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے باغ لگانا ہوتا ہے۔ ہمارے خاندان میں باغ لگانے کا شوق درخیز طور پر آیا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی مالی پردوں کی اصلاح کے لئے انفرادی توجہ نہیں کرتا، باغ بنا کر ہوجاتا ہے اور جب توجہ دلائی جائے اور اسے پکڑا جائے تو وہی درخت جو پہلے مر رہے ہوتے ہیں۔ پختے لگ جاتے ہیں۔ میں جب بھی باغ میں جاتا ہوں۔ مالیوں سے یہی کہا کرتا ہوں کہ جو اچھا درخت ہے وہ تمہاری توجہ کا مستحق نہیں۔ تمہاری توجہ کا مستحق وہ درخت ہے جو بیمار ہے۔ ایسے درختوں پر نشان لگاؤ اور روزانہ ان کی نگہداشت کرو۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ جب بھی کوئی ایسا مالی خاندان جو سمجھتے ہوئے کام کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ تو اس توجہ دہانے کے نتیجے میں وہ پردے زنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور جب کوئی ایسا مالی خاندان ہے جو اس رنگ میں کام کرنے کا عادی نہیں ہوتا۔ تو وہ ہمیشہ ہی کہتا ہے کہ دیکھئے فلاں درخت کبیا اچھا ہے۔ فلاں کب اچھا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں یہ تو قدرتی طو پر اچھا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم بیمار پردوں کے مستحق بناؤ۔ کہ تم ان کے متعلق کیا کر رہے ہو۔ انہوں کو اپنے کام کی عمر لگائی کہ ثبوت میں پیش کر دینا تو ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی ہسپتال میں جائے اور اسے دیکھئے اس ڈاکٹر کی صحت کیسی اچھی ہے۔ یہ نرس کیسی مضبوط ہے۔ یہ کیمپنڈر کیسا تندرت ہے اور میڈوں کا ذکر کبھی نہ کیے۔ حالانکہ اگر وہ اچھے ہیں تو اس سے ہسپتال کے اچھا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ ہسپتال کا اچھا ہونا اسات پر موقوف ہے کہ میڈوں کے متعلق تیار کیا جائے کہ ان میں سے کتنے تندرست ہوتے ہیں۔ اس طرح

اساتذہ کا یہ کام ہے۔

کہ وہ یہ بتائیں کہ اتنے لڑکوں میں کسپائی کی عادت نہیں پائی جاتی تھی۔ ہم نے ان کو کسپائی کا پابند بنایا۔ اتنے لڑکوں میں ہم نے دیانت پیدا کی اتنے لڑکوں کو ہم نے محنت کا عادی بنایا۔ یہ سنا کہ میں پتہ نہیں لگتا بالکل غلط ہے اگر ایک اسکول کے میں ہمیں اساتذہ کو بھی پتہ نہیں لگتا کہ ان کے لڑکوں کی اخلاق کیسی تھی ہے تو اس کے لئے یہ ہیں کہ وہ نامینا ہیں۔ جھگڑوں کے وقت بڑی آسانی سے پہنچ لگ جاتا ہے کہ کون سچ بولے گا۔ ہادی ہے اور کون جھوٹ بولتا ہے۔ مگر مشکل یہ

ہے کہ بعض اساتذہ بھی سمجھداری سے کام لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکے جن کے وہ طرفدار ہوتے ہیں وہ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ تو انہیں سچ معلوم ہوتا ہے۔ اور جن کے خلاف ان کی رائے ہوتی ہے وہ سچ بھی بولتے ہیں تو انہیں جھوٹ نظر آتا ہے۔ پس بیان کا ذاتی نقص ہے کیونکہ

جنیہ داری کا مرض

انسان کو نابینا بنا دیتا ہے۔ اساتذہ کے لئے فردی ہوتا ہے کہ اس کا کسی کے ساتھ کوئی خاص جوڑ نہ ہو چاہے کوئی اس کا بھائی ہو۔ عزیز ہو۔ اس کے دوست کا بیٹا ہو سب کو ایک نگاہ سے دیکھے اگر وہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھے گا۔ تو اس کی نظرتیز ہو جائے گی۔ اور وہ آسانی سے پتہ لگائے گا کہ فلاں میں غفلت کی عادت ہے۔ فلاں میں غفلت کی عادت ہے۔ فلاں میں بددیانتی کی عادت ہے اس میں کوشش نہیں کہ اس کی ذمہ داری ایک حد تک سنبھالے۔ ان کا بھی فرض ہے کہ اپنے لڑکوں کی تربیت کے سلسلہ میں اساتذہ سے تعاون کریں۔ یورپ میں تو یہ طریق ہے کہ جب کوئی زیادہ بیمار ہو جائے تو اس کا علاج ڈاکٹر کہتا ہے کہ اب فلاں ڈاکٹر سے مل کر مشورہ کرنا ہوں۔ تاکہ بیمار کے لئے مناسب علاج تجویز کیا جاسکے اسی طرح

اساتذہ کا فرض ہے

کہ جب وہ دیکھیں کہ ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو رہیں۔ تو وہ ان کے مال باپ سے مشورہ کریں اور ان کی اصلاح کی تدابیر سوچیں۔ مگر یہ طریق صرف ان لڑکوں کے متعلق اختیار کیا جاسکتا ہے جو بورڈنگ میں نہیں رہتے۔ جو لڑکے بورڈنگ میں رہتے ہیں۔ ان کی تو صوفی فیصدی طور پر اساتذہ اور نگران حملہ برہی عائد ہوتی ہے۔ یہی فردت میں سمجھتا ہوں۔ دنیاویات کے مدارس میں بھی ہے وہاں بھی یہی غفلت پائی جاتی ہے۔ لڑکے تعلیم پارے ہوتے ہیں۔ اور ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ بیٹس مبلغ تیار ہو جائیں گے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ میں بے دین یا بیس لگنے یا میں ناکارہ یا میں جاہل پیدا ہوجاتے ہیں۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ مدرسہ احمدیہ کے متعلق مجھے شکایت پہنچی کہ فلاں فلاں علوم و رسم میں پڑھائے جاتے ہیں مگر اساتذہ نے اچھی کوشش کی کتابوں کے صرف چند صفحات ہی پڑھائے ہیں اور مال ختم ہو گیا ہے مثلاً اگر سو صفحہ کتاب کا تھا تو اساتذہ نے سارے سال میں صرف دس صفحات پڑھائے تھے۔ میں نے لڑکوں کو بلا یاد دان سے بائیں لیں۔ انہوں نے کہا بات ٹھیک ہے۔ اساتذہ بائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور پڑھائی رہ جاتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اساتذہ کو بلایا۔ اور ان سے دریافت کیا۔ تو میری

حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ

میں نے یہ دیکھا

کہ بعض اساتذہ نے آگے بڑھ کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ ٹھیک ہے۔ اور پھر دھوکے میں کرکھی ضروری ہوتی ہیں۔ اور اس طرح اتنا ہی پڑھا جاسکتا تھا۔ زیادہ نہیں پڑھا جاسکتا تھا۔ گویا مجھے اس کے کہ وہ اپنے فعل پر پردہ ڈالتے انہوں نے بڑی عمدگی اور دیر سے تسلیم کیا کہ ادھر ادھر کی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس طرح اصل پڑھائی رہ جاتی ہے حالانکہ اساتذہ کا نہ صرف یہ کام ہے کہ وہ اپنے کورس کو پورا کرے۔ بلکہ اس کا یہ بھی کام ہے کہ وہ ڈانڈ سٹڈی کر لے۔ کوئی طالب علم صحیح طور پر تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کا مطالعہ اس قدر کم نہ ہو کہ وہ اگر ایک کتاب مدرسہ کی پڑھتا ہو۔ تو اس کتاب میں باہر کی پڑھتا ہو

باپ کا علم

یہی اصل علم ہوتا ہے۔ اساتذہ کا پڑھا ہوا علم صرف علم کے حصول کے لئے ہی ہوتا ہے۔ سہارا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ اسکے ذریعہ وہ سارے علم پر حادی ہو سکے۔ دنیا میں کوئی ڈاکٹر ڈاکٹر نہیں بن سکتا اگر وہ اتنی ہی کتابیں پڑھنے پر اکتفا کرے۔ جن سے اسے کالج میں پڑھائی جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی کیمپنڈر نہیں بن سکتا اگر وہ صرف اتنی کتابوں پر ہی اکتفا کرے۔ جن سے اسے طبیعتی علم حاصل ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ اپنے علم کو پڑھاتا رہتا ہے۔ پس جب تک ڈیگری کے طور پر

نئی نئی کتابوں کا مطالعہ

نہ رکھا جائے۔ اس وقت تک لڑکوں کی تعلیمی حالت ترقی نہیں کر سکتی۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ بالکل دنیاویات کے مدارس بھی انگریزی سکولوں اور کالجوں کی نقل میں تعلیم کے لئے پانچ پانچ اور چھ چھ گھنٹے کے الفاظ استعمال کرنے لگ گئے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پرانے اساتذہ جو دنیاویات پڑھا یا کرتے تھے۔ وہ دس دس بارہ گھنٹے پڑھاتے چلتے جاتے تھے۔ لیکن اگر یہ ان بھی لیا جائے کہ وہ پانچ چھ گھنٹے مسل پڑھاتے ہیں۔ تب بھی تربیت کے لئے ان کے پاس پڑا کا فی وقت بچ سکتا ہو کیونکہ ان کی کتابیں ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں بار بار بدلا نہیں جاتا۔ سکولوں اور کالجوں کا کورس اکثر بدلتا رہتا ہے کبھی کہا جاتا ہے فلاں مصنف کی کتابیں پڑھاؤ اور کبھی کہا جاتا ہے۔ فلاں کی۔ لیکن

دنیاویات کا اکثر کورس

ایسا ہوتا ہے۔ جس کو ہم دل ہی نہیں سکتے کالجوں میں تو یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں مصنف کی کتاب پڑھاؤ

فلاں کی پڑھاؤ وہ زیادہ اچھی ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اب قرآن پڑھانا بھیڑ دیا جا رہا ہے۔ جھوٹے درویشان کی بجائے فلاں فلاں کتابیں پڑھاؤ پس جبکہ دنیاویات کا کورس بدلنا نہیں جاتا اور اسی عمر اساتذہ کو قرآن ہی پڑھانا پڑتا ہے یا حدیثیں ہی پڑھانی پڑتی ہیں تو ان کے ذہن میں تو یہ علوم اس قدر راسخ ہونے چاہئیں کہ سب باتیں انہیں زبانی یاد ہوں۔ سب سے سخت نئی نئی تحقیقاتیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں تک طالب علموں کا تعلق ہے ان کو پڑھانے والی باتیں اساتذہ کو محفوظ ہونی چاہئیں اسی طرح حدیث سے۔ اس میں بے شک

باریک اور نازک مسائل

کی بحث بھی آتی ہے۔ لیکن حدیث کے موٹے موٹے مسائل دو تین سال میں اساتذہ کو اس طرح حفظ ہوجانے چاہئے کہ اگر کتاب اس کے سامنے نہ ہو تب بھی وہ بلا دروغ ان کو پڑھاتا چلا جائے۔ پچھن میں پڑھا کرتے تھے تو ہمارے جغرافیہ کے ایک استاد تھے۔ میں ان کلام نہیں لیتا۔ یہ وہ دکھانے کے لئے کہ انہیں جغرافیہ میں کتنا کمال حاصل ہے کہا کرتے تھے کہ نقشہ لگناؤ۔ میں انہیں بند کر کے کھڑا ہوا جاتا ہوں تم کس شہر کا نام لو میں اپنے پاؤں کے اشارہ سے تمہیں بتا دوں گا کہ وہ فلاں جگہ نشہ ہے۔ چنانچہ ہم اسی طرح کرتے وہ انہیں بند کر کے دوڑتے ہوتے آتے اور پیراٹھا کر وہاں لگا دیتے

پچھن کی عمر

شروعاتی ہوتی ہے۔ جب وہ کہتے کسی شہر کا نام لو تو بعض لڑکے کسی ایسے شہر کا نام دے دیتے جو وقت میں بہت اونچا ہو۔ مثلاً ولاؤی ڈرنگ۔ اب ولاؤی ڈرنگ میں نقشہ کے اوپر کی جہت میں ہے جبکہ اساتذہ یہ لفظ سنکر دوڑ کر نقشہ کا طرہ آتے تو بعض دفعہ بورش سے پاؤں اٹھانے کی وجہ سے وہ گم ہاتھ اور لڑکے ہنسنے لگ جاتے بہتہ حال آتی ہیں یہ کمال تھا۔ کہ وہ انہیں بند کر کے آتے اور شہر بتا دیتے۔ چونکہ سکولوں کا جغرافیہ ایک محدود مضمون ہے اور وہ اساتذہ کو بار بار پڑھانا پڑتا ہے۔ اس لئے دو تین سال کے بعد انہیں ان مضامین کی تیار ہی کے لئے کوئی ذہنی کوفت بعد وقت نہیں کرنی پڑتی اور ان کے پاس کافی وقت اپنے مطالعہ کو وسیع کرنے اور طلباء کی نگرانی کرنے کے لئے بچ جاتا ہے۔ پس اس خطبہ کے ذریعہ سکولوں اور کالجوں اور دنیاویات کے کالجوں اور ان کے اساتذہ کو اس امر کی طرف

توجہ دلاتا ہوں

کہ انہیں زیادہ سے زیادہ طلباء کی نگرانی کرنی ہے اور ان کے اندر محنت کی عادت اور قربانی اور ایثار کی عادت پیدا کرنی چاہئے۔ مگر ان دنوں محنت اور قربانی کی عادت پیدا ہو جائے۔ تو جھوٹی محنت بھی بڑھی جھوٹی محنتوں پر غالب آجایا کرتی ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ممت
 فمتة طليحة غلبت فمتة كثيرة باذن
 الله - دنیا میں کتنی ہی چھوٹی جہتیں ہوتی ہیں
 جو بڑے بڑے گروہوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم
 سے غالب آگئی ہیں۔ اس غلبہ کو وجہی بھی کہتے ہیں۔
 ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ تھا۔ وہ اپنا وقت
 ضائع کرنے کی بجائے اسے مفید کاموں میں
 صرف کرنے کے عادی تھے۔ ان میں دیانت
 تھی۔ ان میں صداقت تھی۔ ان میں محنت کی عادت
 تھی۔ ان کے حوصلے بلند تھے۔ ان کے ارادے
 پختہ تھے۔ اور ان کے مقابل میں جو لوگ کھڑے
 تھے۔ وہ ان اوصاف سے خالی تھے۔ نتیجہ یہ
 ہوا کہ قبیل غالب آگئے۔ اور کثیر مغلوب ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے
 ایک ایک آدمی جس میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے۔
 وہ درجنوں پر بھاری ہوتا ہے۔ یا کھل کو ہی دیکھ
 لو۔ لوگ اس کا مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔
 حالانکہ وہ اکیلا ہوتا ہے۔ اس کو وجہی ہے۔
 کہ لوگ ڈرتے ہیں کہ انہیں چوٹ نہ آجائے۔
 ان کو زخم نہ لگ جائے۔ اور وہ اپنی طاقت
 کو صرف ایک حد تک استعمال کرتے ہیں۔ لیکن
 یا کھل کے لئے چوٹ اور زخم بلکہ موت کا بھی
 کوئی سوال نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اپنی طاقت
 اس حد تک استعمال کرتا ہے۔ جس حد تک
 ایک سمجھدار انسان استعمال کرنے کے لئے تیار
 نہیں ہوتا اور وہ اکیلا ہونے کے باوجود دھوکے

پر غالب آجاتا ہے۔ اسی طرح اگر ہمارے
 نوجوانوں میں قربانی اور ایثار کا مادہ ہو۔ اور اگر
 دینی طور پر وہ
مجنونانہ رنگ
 اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اور وہ اپنی محنت اور
 اپنی قربانی کو اس حد تک پہنچا دیں۔ کہ جس حد
 تک پہنچانے سے دوسرے لوگ گھبرائے
 ہوں۔ تو پھر ہمارے ایک ایک آدمی کے مقابلہ
 میں ان کے دس دس پندرہ پندرہ بلکہ بیس بیس
 آدمی بھی سرخ ہو جائیں گے۔

عزیز تعلیمی محکمہ
آئندہ نسل کی اصلاح
 اور اسکی درستی کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت بڑی
 اہمیت رکھتا ہے۔ اور ہمارے تمام سکولوں اور کالجوں
 کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور
 نوجوانوں کی ایسے رنگ میں تربیت کریں۔ کہ وہ
 سلم کے لئے مفید وجود بن سکیں۔ وہ نسل جس میں
 قربانی اور ایثار کا مادہ نہیں۔ جو جوش اور جنون
 سے خالی ہے۔ وہ ہمارے آنے والے دس سال
 کو ضائع کر دیتی ہے۔ اور ہمارے لئے ایک بہت بڑے
 خوف کا منہ ہے۔ کیونکہ دس سال کے بعد پھر ہمیں
 ایک نئی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اور پھر ایک اور
 نسل کی تربیت کر کے اس کے اخلاق کو اسلامی رنگ میں
 ڈھالنا پڑیگا۔ حالانکہ ہمارے سرچو کام کیا ہے۔ وہ
 اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کو مد نظر رکھنے ہمارے لئے ایک ایک
 دن کا ضائع ہونا بھی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہونا چاہیے

اولاد بلوان تعلیم الاسلام ہائی سکول الیوسی ایشن کی طرف سے
میرٹک شاندار نتائج پر سیدنا سرمد تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اعزاز میں
نی پارٹی اور ایڈریس

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ انصرہ العزیز کی شرکت
 مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۵۷ء چھ بجے شام تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں سکول کے اولڈ بوائز
 دفارغ التحصیل طلباء کی طرف سے محترم سید محمود اللہ شاہ صاحب ان کے سٹاف اور امتیاز
 حاصل کرنے والے طلباء کے اعزاز میں ایک پارٹی دیا گئی۔ جس میں ازراہ شفقت حضرت امیر المؤمنین
 تالیف المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔ سہماں اور سبز باؤں کی تعداد سوا سو
 کے درمیان تھی۔ حاضرین کی چائے اور شٹائی سے تواضع کی گئی۔ جس کا انتظام محترم مولوی فضل الرحمن
 صاحب حکیم سابق میٹا منبری انفریق کے سپرد تھا۔ اولڈ بوائز کے دیگر خاص کارکنوں میں سے چودھری ظہیر احمد
 صاحب پیش پیش تھے۔ عیسویں میں دیگر معزز مہتمبوں کے علاوہ محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ
 محترم صاحبزادہ میاں عزیز احمد صاحب ایم۔ اے بھی شامل تھے۔ اور حاضرین میں محترم مولوی
 محمد رفیق صاحب ناظر تعلیم و تربیت اور دیگر بزرگ بھی موجود تھے۔ چودھری شہیر احمد صاحب
 نائب وکیل المال نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے صدر الیوسی
 ایشن نے اولڈ بوائز کی طرف سے سیدنا سرمد صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول کی خدمت میں ایڈریس
 پیش کیا۔ جس میں انہیں شاندار نتیجہ دکھلانے پر مبارکباد دی۔ اور اس امید کا اظہار کیا۔ کہ سیدنا سرمد
 صاحب اور ان کا عمل آئندہ بھی ایسے ہی شاندار نتائج دکھلانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔
 محترم ملک صاحب نے ہجرت کے بعد کی تعلیمی اور ترقیاتی کار کیا۔ اور حاضرین کو متلایا کہ
 صدیق نے ان کے فضل سے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق
 جماعت میں اب ہجرت سے پہلے زمانہ کی نسبت زیادہ مشق قائم ہیں۔ اور جماعت کے اڑھار کے اور
 اڑکیوں پہلے کی نسبت زیادہ شاندار نتائج دکھلا رہے ہیں۔ اور یہ اس جماعت کی تعلیمی ترقی پر شاہد
 ہے۔ محترم سید محمود اللہ شاہ صاحب نے سٹاف اور طلباء کی طرف سے اس اعزاز پر جو اولڈ
 بوائز کی طرف سے کیا گیا تھا۔ شکریہ ادا کیا۔ اور آئندہ ان کی توقعات پر پورا اترنے کے لئے
 دعا کی درخواست کی نیز آپ نے سکول کی موجودہ مشکلات بالخصوص کمزور کئی کی طرف اولڈ بوائز
 کو توجہ دلائی۔ اور امید ظاہر کی کہ وہ سکول کی بڑھتی ہوئی ترقیوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا انتہام کر کے
 سکول سے حقیقی وابستگی کا ثبوت دیں گے۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ
 انصرہ العزیز نے اپنے فداام کو مخاطب فرمایا۔ اور سکول کے اس شاندار کارنامہ پر خوشی کا اظہار فرمایا۔
 انگریزی تعلیمی اداروں میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ پہلا ادارہ ہے۔ جس نے ایک ایسا ریکارڈ
 قائم کر دیا ہے۔ جو گذشتہ پچاس سال کے جب سے سکول قائم ہوا ہے۔ قائم نہ ہو سکا۔ حضور
 نے فرمایا۔ کہ احمدی بچوں کا اول۔ سوم۔ ششم اور ہفتم آنا ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔ اور اس امر
 کا ثبوت ہے۔ کہ اگر ہمارے بچے پروگرام کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کریں۔ تو تعلیمی میدان
 میں بازی لگا سکتے ہیں۔ امتیاز حاصل کرنے والے طلباء کو جو حضور کے ساتھ اس میز پر بیٹھے
 تھے۔ حضور نے اپنے حمیار کو قائم رکھنے کے لئے اسے بڑھانے کی طرف توجہ دلائی۔ اور انہیں اور
 باقی ہونہار بچوں کو ایسی لامنتوں میں جانے کا مشورہ دیا۔ جہاں ان کی لیاقت اور اخلاص سے حمایت
 کو بحیثیت جماعت زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ کی ان ہدایات کا سلسلہ دیر تک
 جاری رہا۔ جس سے مسلم ہوتا تھا۔ کہ حضور کو اپنے عزیز بچوں کے امتیازی حیثیت حاصل کرنے
 پر کس قدر خوشی ہے۔ اور حضور کو اپنے اداروں۔ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں اور ان کے
 اساتذہ سے کس قدر دلچسپی ہے۔ دعا کے بعد یہ شاندار تقریب بخیر و خوبی ختم ہوئی۔
 (نامہ انگلار)

درخواست نامے دعا
 ۱۔ سردار عبد الرحمن صاحب ل۔ اے (سابقہ مسکن) جو حضرت سید محمود علیہ السلام کے
 ۳۱۳ صحابہ میں سے ہیں۔ بمجملہ میں چند دنوں سے ناراضہ طیارا سیر میں۔ احباب کرام ان کی صحت کے لئے
 دعا فرمائی۔ خاکسار سردار بشیر احمد رسول (۲) میرے بڑے بھائی عبد الرشید صاحب انبالی نے
 اسال الین۔ ایس بی زمان میڈیکل کا امتحان دیا ہے۔ احباب ان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔
 ریدہ الرحمٰن رافت ونا لوی حاجت دہم ہائی سکول ٹوڈھراں

صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے اوقات میں تبدیلی
 ماہ رمضان المبارک میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے دفاتر صبح ۶ بجے سے ۹ بجے تک
 کھلا کریں گے۔ احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ (ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ)

ربوہ میں درس القرآن
 ۲۶ سے رمضان المبارک کا درس القرآن شروع ہو گیا۔ کرم پروفیسر قاضی محمد نذیر صاحب
 فاضل درس دیتے ہیں۔ کارکنان صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید کے علاوہ سہماں۔ پورڈنگ کے
 طلباء اور متوررات بھی درس میں شمولیت کرتے ہیں۔ چونکہ موسم سخت گرم ہے۔ اس لئے چار بجے
 چھ بجے شام درس کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہے۔ (ناظر تعلیم و تربیت ربوہ)

دعا کے مغفرت
 میری والدہ صاحبہ نے ۱۸ مئی ۱۹۵۷ء بروز اتوار ربوہ میں وفات پائی۔ مرموسر یا بند موسم صلوٰۃ۔
 تہجد گزار ابتدائی موصیات سے یعنی۔ بتاؤ اللہ حضرت سید محمود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کو اپنی
 نجات کا باعث سمجھتی تھیں۔ جس کا مصلحتہ اوقات میں انہیں اعزاز بھی نصیب ہوتا رہا۔ احمدی بھائیوں
 سے ملتی ہوں۔ کہ مرموسر کی نماز جاہزہ پڑھیں۔ اور دعائے مغفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو
 معاف فرمائے۔ اور اپنی رحمت کی چادر میں چھپائے۔ اس تقرب میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ
 تعالیٰ کا کاتر دل سے شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے عاجز سے نہ صرف ذہنی سمجھدی تھی۔ بلکہ میری غیر ماضی
 میں باوجود عیم الفرضی کے اپنے بابرکت دود سے میری قائم مقامی بھی فرمائی۔ جزا کا اللہ عنا
 خیر العجزاؤ۔ ابوالمبارک مولوی فاضل پسرور

ہنگامہ کراچی کی ذمہ داری ان مفاد پرستوں کے عائد تھی جو عرصے سے فرقت کی آگ بھڑکائی میں

انتہائی اشتعال انگیزی کو باوجود جماعت احمدیہ کے افراد نے اجراء یوں کیے جن میں کبھی گارڈز نہیں آئی

پاکستان کے امن پسند شہریوں کی طرف سے مجلس اجماعہ کی قانون شکن اور امن سوز سرگرمیوں کی بڑی مذمت

ذیل میں مندرجہ کرکھی کے بعض اہم شخصوں کے رد و تاثرات درج کئے جاتے ہیں۔ جن کا اظہار انہوں نے سنہ ہجری ۱۳۷۱ء کے ایک صحافی صاحب کا نام ارسال کردہ خطوط میں کیا ہے۔ ان کے یہ تاثرات اس امر پر گواہ ہیں۔ کہ پاکستان کے سچے سچے قوم پرستوں کو اجراء یوں کی امن سوز حرکات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پاکستان کے مفاد کی خاطر اس بات کے دل سے متمنی ہیں۔ کہ شریعت مندوں کے اس محدود دائرہ کو لے کر جو فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ اس کا سدھار استعمال کیا جائے۔

تقریباً کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ کسی کے مذہبی احساسات کو خراب نہ کرے۔ مذہبی اعتبار سے کسی بھی منکر کا پسرو کیوں نہ ہو کیسے نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ میرے نزدیک تو ایک جمہوری ملک میں جہاں اظہار عقائد کی آزادی ہوتی ہے۔ اور اس کا شعار و حقوق شہرت میں آیا جاتا ہے۔ مناسبتاً شراب کے ساتھ مذہب سے تعلق رکھنے والے اختلافی مسائل پر کسی بڑے بڑے شخص کی اصلاح ہونی چاہیے۔

یعنی اردو اخبارات نے طلبہ کی "مفروضہ داد" کے تقاریر کو منسوخ کرنا اور مذہب اور عقائد سے منسلک تقاریر کو منسوخ کرنا اور اس کا شعار و حقوق شہرت میں آیا جاتا ہے۔ مناسبتاً شراب کے ساتھ مذہب سے تعلق رکھنے والے اختلافی مسائل پر کسی بڑے بڑے شخص کی اصلاح ہونی چاہیے۔

دی آڈیٹریل اینڈ کمرشل ایڈمنسٹریٹو کمپنی لمیٹڈ

ہیڈ آفس لاہور

لے دیوہ میں تعمیرات کا کام شروع کیا ہے۔ مذکورہ بالا کمپنی نے بہترین تعمیراتی سامان میسر کرنے کا بندوبست کیا ہے۔ اس کمپنی کے ذریعہ اپنے مکانات بنوائیں آپ کا مکان اثناء عمرہ مضبوط اور مستحکم بنایا جائیگا۔ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتے پر کریں

مرزا مبارک احمد چیمبر لین

دی آڈیٹریل اینڈ کمرشل ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ لاہور۔

کوڈ پوسٹ آفس کی ڈھکی ڈھکی گلی۔ نیر ذمہ دارانہ تقاریر کا ذمہ داری قبول ہے۔

اس ملک میں ہر شخص کو مکمل آزادی ہونی چاہیے کہ وہ کسی طبقہ خیال یا مذہب سے بچتا تعلق متوازی کرے۔ اور اسلام صلح و اختری اور ادا داری کا مذہب ہے۔ گنہگار و مستغصب قسم کے لوگ منافرت اور نفرت کی تعلیم دے کر اسلام کے نام کو ہتھیار بنائے ہیں۔

مظہر العزیز خان راولپنڈی، مظہر العزیز خان ٹانڈہ لاہور مورخہ ۱۹۵۲ء

خطرناک رجحانات

جہاں گنہگار کے جلسہ میں بعض عناصر کی طرف سے تشدد اور فتنہ پھیلنے کا جو مظاہرہ کیا گیا ہے۔ وہ کراچی کے لئے باخبر ہیں اور پاکستان کے لئے باخبر ہیں۔ انتہائی خطرناک ہے۔

مذہبی تعصب

تمام امن پسند پاکستانیوں کو اور ہتھیار بھونکنے والے لوگوں کے انتہائی قابل اعتراض اور بے عمل کی بڑی مذمت کرنی چاہیے۔ جنہوں نے حال ہی میں جماعت احمدیہ کراچی کے جلسے میں مناد برپا کیا۔ اور شہر کے دوسرے حصوں میں قادیانیوں کے احوال و احوال کو شہرہ یوں پھیلایا ہے۔ کیا تم حفاظت اسلام کے ان وجوہ یادوں سے دریادت کر سکتے ہیں۔ کہ ان معاملات میں ان کا مذہب کس حد تک اشتعال انگیز ہے۔ اور اس سے سارے خرد ان کے اپنے دیوں پر کیا لگتی ہے۔ حریب الکفریت والے فرقے کے بعض گروہ لوگ ہندوستان میں اس کے اپنے بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی قابل اعتراض سلوک روا رکھتے ہیں۔ اس فتنہ کی تمام تر وجوہ بعض مفاد پرستوں کا جھوٹا اور اشتعال انگیز پروپیگنڈا ہے۔ یہ مفاد پرست اپنے آپ کو مذہبی لیڈر ظاہر کر کے بعض رعنا اور منافرت کا پرچار کرتے ہیں اور اس طرح لوگوں میں اشتعال پھیلاتے ہیں۔

اس تشدد کو ختم کر کے ان میں آپ رائیڈ پر جب

ڈان لے کر موت کو سجا طور پر طبعیوں یا جانے اس نے اس فتنہ کو بروقت دبانے میں مجربانہ فتنہ سے کام لیا۔ ایک سال سے بھی زائد عرصہ سے جماعت احمدیہ کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اور متعدد مسلک جلسوں میں ان کے خلاف انتہائی اشتعال انگیز تقاریر ہوتی رہی ہیں۔ یہ بھی کوئی دھکی دھکی بات نہیں ہے کہ ان کے خلاف لٹریچر بھی کھلے بندوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ سب چیزیں حکومت کے نوٹس میں ضرور آتی ہوں گی۔ لیکن اس لئے جب سادھے رکھی۔ اور اس طرح مذہب کے نام پر پروپیگنڈا کرنے والوں کو احمدیوں کے خلاف جذبات بھڑکانے اور اشتعال پھیلانے کی کھلی چھٹی ملی رہی۔

شہری انتہائی خراب عقیدوں پر مبنی ہیں۔ جنہوں نے ان عقیدوں کو ادا داری و سخت تفسیر کی ہے۔ اور ایک برس کا لٹریچر میں اعلان کیا ہے۔ کہ ایسے تمام مجرموں کو عوامانہ کے بعد کفر اور ارتداد تک پہنچایا جائے گا۔ یہ امر بہت عجیب چیز ہے۔ کہ ایسے عناصر کے خلاف اس وجوہ سے کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی۔ حالانکہ یہ لوگ پاکستان کے استحکام کو تباہ کرنے پر تڑپتے ہوئے ہیں۔ ان کے بھڑکانے اور فتنہ انگیز عقولوں کے نتیجے میں ایک نیا نیا "دن و رات" فتنہ پھیل گیا۔ اور قادیانیوں کی ایک مسجد نذر آتش کر دی گئی۔ کسی کے مذہبی عقائد کو کسی بھی بول چال کے معاملہ میں دنیا کا کوئی قانون کوئی نوسوائی یا کوئی مذہب تشدد کی مجازت نہیں دیتا۔ کراچی کے حکام کی طرح اگر یہاں بھی سخت اقدام کیا جائے۔ تو اس قسم کی لاناؤنٹ کو ختم کیسے۔ اور جلسے میں امن و امان برقرار رکھنے میں بہت مدد ملے

اگرچہ میں جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن پاکستان کے دوسرے ہی خواہوں کی طرح میں بھی اس بات کا حامی ہوں۔ کہ انہیں قانونی طور پر سزا دینے کے لئے ایسا ہی حق حاصل ہے۔ جب تک دوسروں کو حاصل ہے۔ احمدیوں نے کبھی دوسروں کے جلسوں کو خراب نہیں کیا۔ اسی طرح توقع تھی کہ دوسرے لوگ بھی ان کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے

جلسوں میں مزاحم نہیں ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسے عائد کی اس بار سے اس رہنمائی کرنی چاہیے۔ کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور گروہوں میں کامل اتفاق ضروری ہے۔ یہ علماء سے روزانہ امت کرتا ہوں۔ اور مشورہ المسلمین اور احتفال العلماء وغیرہ کے لیڈروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آگے آئیں۔ اور اپنے اصل کام کو پہلے سر انجام دیں۔ اور پھر اس کے بعد دوسرے مسلمانوں کو متحد کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ ان حقیقت کو بھی ہشکار کرنا چاہیے۔ کہ قانون کا احترام ہر شخص پر واجب ہے۔ اور قانون شکنی کے خطرناک رجحانات کا ہر شخص پر استیصال ضروری ہے۔ یہ چیز محض سخت نڈر اور باسخت طرز عمل اختیار کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کیلئے لازمی ہے کہ جلسوں اور وجوہات غیروں میں مسلسل ان چیزوں کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین کرانی جائے۔

کوڈ پوسٹ آفس کی ڈھکی ڈھکی گلی۔ نیر ذمہ دارانہ تقاریر کا ذمہ داری قبول ہے۔

مذہبی تعصب اور منافرت کے فتنہ کو دبانے کے لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ سخت اور موثر کارروائی عمل میں لائے۔

دے۔ ویڈیو ٹیپ اور عوامانہ فتنہ راولپنڈی، مظہر العزیز خان ٹانڈہ لاہور مورخہ ۱۹۵۲ء

جنرل اسمبلی کے ہنگامی اجلاس کا انعقاد

یہ یاد رکھیں:۔ ان تمام صحیح عقولوں میں یہ عقیدہ چھتہ ہو تا جا رہا ہے۔ کہ مذہب کی تعلیم کے کھوٹے عالمی ادارے کے سامنے آنے کا امکان نہیں۔ اور بعض مغربین کی پینٹوں کے یہ کہہ کر مزید زیادہ جوش و خروش کے ساتھ آئندہ جنرل اسمبلی میں پیش ہو گا۔

دسید لاہور شہر کے کراچی

مظہر العزیز خان ٹانڈہ لاہور مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۵۲ء

حکومت کا فرض

تمام بشریت الطبع لوگوں کو اس خبر سے سخت سدا رہنا ہے۔ کہ عالمی میں ہندو فتنہ پھیلنے لگا ہے۔ اور اس میں دقتا یا نہیں ہے۔ ایک جلسہ میں گروہ بڑھ چکی۔ یہ چیز سمجھنا چاہیے۔ کہ اس میں مندرجہ ذیل